مُصحف

کشاف اِقبال

نویں سچ بیانی

کشاف اقبال

اُس نوجوان کی داستان، جس کی محبوبہ ساتھ نبھانے کا وعدہ ایک سال بھی پورا نہ کرسکی تھی

رات کا سکوت ظاہر کرتا پہر اور سمندر پر گرتی وہ بارش...... وہ رات ہماری کراچی میں اخیر رات تھی۔

اس رات کے ٹھیک چار بجے میں رانیہ کو چھوڑ کر سات سمندر پار جانے والا تھا۔ پورے ایک سال کے لیے ریسٹورنٹ میں بجتی رومانی دھن اور سمندر کی لہروں کا پتھروں سے ٹکرانے کا غل اوپر سے وہ تیز رفتار برکھا ہمیں ایک دوسرے کے قریب نہیں بلکہ ایک دوسرے سے جدا ہونے کا خوف دلا رہی تھی۔ دلوں کی سرزمین کو بھگونے کے لیے اس دھن، سمندر اور اس رم جھم نے کچھ کام نہ کیا، وہ سرزمین تو پہلے سے ہی آنسوؤں کے دریا کی تہہ میں مقیم تھی۔ میں رانیہ کو بار بار سمجھا رہا تھا کہ یہ سب میں ہمارے لیے ہی کر رہا ہوں۔ ہمارے پاس پیسہ ہوگا تب ہی ہماری شادی اچھے سے ہو پائے گی، تب ہی ہم ایک پُرسکون زندگی گزار پائیں گے۔ مگر وہ میری اس نوکری کے لیے خوش تو تھی۔ پر مجھے خود سے دور جانے کے لیے مستعد نہ تھی۔

''آپ کو وہاں کوئی اور حسین لڑکی مل جائے گی۔ پلیز مت جائیں۔ پیرس میں تو ایک سے ایک لڑکیاں آپ پر فدا ہو جائیں گی اور میں یہاں بیٹھ کر آپ کا صرف انتظار کرتی رہوں گی۔ پلیز مت جائیں مصحف۔

ہزار بار یہ اعتماد دلانے کے بعد کہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ نہیں مانی۔ مگر اِک وقت آیا کہ وہ بارش بھی تھم گئی۔ وہ دھن جو ماحول میں رومانیت پیدا کر رہی تھی۔ کہیں کھوگئی اور ہم ایئرپورٹ پہنچ گئے اور بالآخر رانیہ یہ سوچ کر مان گئی کہ آخر ایک سال ہی کی تو بات ہے۔ پھر ہماری شادی ہو ہی جانی ہے۔

وہ رات پانی سے بھری رات تھی۔ پہلے بارش، پھر سمندر اور اب...... اب رانیہ کے آنسو۔

''تم مجھے بہت یاد آؤ گی رانی...... اپنا بہت خیال رکھنا اور یہ آنسو اپنے اندر سنبھال کر رکھو۔ جب میں واپس آ جاؤں گا تب یہ غم کے آنسو خوشی کے دریا میں بہا دینا۔ اس کے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے پونچھتا میں ٹرمینل کی جانب قدم بڑھانے لگا۔ اگر اب اُس کو پلٹ کر ایک بار بھی دیکھ لیتا تو شاید اس کی آنکھوں میں نمی پا کر اپنا قصد بھول جاتا۔ مگر یہ سب صرف میں نے ہمارے لیے ہی تو کیا تھا۔

میرے ابو اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور گھر میں اپنی ایک بہن اور ماں کو میں نے ہی دیکھنا تھا۔ انجینئر ہوں اس لیے پیرس میں کافی اچھی جاب مل گئی۔ پاکستان میں جتنی سیلری ملتی تھی، اس میں صرف گھر کا خرچ ہی چل پاتا تھا پر اب میری زندگی کے بند دروازوں پر میری شریکِ حال کی دستک ہونے والی تھی۔۔ اس لیے میں نے پیرس سے آئے ہوئے جاب کو پوزیٹو رسپونس پر زور دیا اور اب وہاں کے لیے روانہ ہونے لگا تھا۔ میں صرف یہ سوچ کر کراچی سے روانہ ہونے لگا تھا کہ ایک سال بعد میں اپنے باس سے کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے استعفیٰ دے دوں گا اور کراچی ہمیشہ کے لیے واپس آ جاؤں گا۔

☆......☆......☆

تقریباً دو دن کے طویل سفر کے بعد جہاز سی ڈی جی ایئرپورٹ پر لینڈ کر چکا تھا۔ میں اُس شہر آ چکا تھا جس کے بارے میں، میں صرف اس حد تک واقف تھا کہ پیرس کو 'سٹی آف لو' کہا جاتا ہے۔ 'سٹی آف لو' کہنے کی وجہ اس شہر کے رومانی نظارے اور مقامات اور مادری زبان فرنچ جسے محبت کی زبان کہا جاتا ہے۔ پیرس میں ایفل ٹاور دیکھنے کا جنون مجھے اپنی یونیورسٹی لائف سے تھا۔

میں یہاں آیا تو اپنے خرچے پر تھا پر مجھے یہ خرچہ کرنا اتنا بھاری نہ لگا اس لیے کیونکہ مجھے یہاں آفس کی طرف سے دو کمرے کا مکان مل چکا تھا۔ جب تک میں پیرس میں تھا، تب تک وہاں رہ سکتا تھا۔ میں نے میٹرو پکڑی اور اس جگہ چل پڑا جہاں میرا گھر تھا۔ کئی افراد سے پوچھنے کے بعد بالآخر میں اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں میرا گھر تھا۔

مگر یہ کیا ہوا؟ وہ جگہ ایسی تھی جیسے کراچی میں لالو کھیت۔ اتنی پیچ پیچ، اوپر سے تنگ گلی۔ گھر تھا کہ شروع ہوتے ہی ختم اور اوپر سے گھٹن زدہ۔ اب مجھے وہاں رہنا ہی تھا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ نوکری کی ابتداء میں ابھی ایک ہفتہ باقی تھا۔

میری جیب میں اتنے پیسے ضرور تھے کہ میں پیرس

کے روڈوں پر گھوم پھر سکوں اور اچھا کھا پی سکوں مگر اتنے پیسے نہ تھے کہ روز اچھا کھانا کھا سکوں۔

رات کے ڈھائی بج رہے تھے پر مجھے پہلی رات نیند بالکل بھی نہ آئی۔ میں نے اپنی ٹی شرٹ کے اوپر جیکٹ ڈالی اور پیرس کے روڈ ناپنے نکل کھڑا ہوا۔

میں اس تنگ گلی سے نکل کر پندرہ منٹ کے اندر اندر اس لوکلاس جگہ سے کافی دور آچکا تھا۔ ہر طرف روشنی ہی روشنی تھی۔ مجھے اس جگہ کا نام بھی نہ معلوم تھا جہاں میں چل رہا تھا۔ پر مجھے اتنا ضرور معلوم تھا کہ پیرس کو 'سٹی آف لو' کے ساتھ ساتھ 'سٹی آف لائٹس' بھی کہا جاتا ہے۔ پتھریلی سڑک پر چلتے چلتے اپنی نظریں یونہی اِدھر اُدھر دوڑا رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک عالیشان گاڑی پر پڑی۔ چونکہ میں میکینکل انجینئر ہوں سو میں نے گاڑی کی ساخت دیکھ کر ہی شناسائی کر لی تھی کہ وہ لیمبورگھنی ہے۔ میری نظر اس پر سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ وہ اس قدر شاندار گاڑی تھی۔ وہ سڑک کے ایک کنارے کھڑی تھی، اس جگہ تھوڑا اندھیرا تھا۔ مجھے لگا کہ گاڑی کے اندر کوئی نہیں ہے۔ میں گاڑی کے پاس چلا گیا تاکہ اپنی من پسند گاڑی کا دل بھر کے معائنہ کر سکوں مگر یہ کیا ہوا؟ گاڑی میں چار نوجوان بیٹھے تھے۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر اور پیچھے تین ان کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کے ساتھ وہ لوگ زبردستی کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں فوراً آگے بڑھا اور گاڑی کے شیشے پر ہاتھ مارنے لگا۔ دو لڑکے باہر نکلے اور انگریزی میں کچھ کہنے لگے۔ جس کا مطلب تھا 'کیا مسئلہ ہے؟''

میں نے بھی انگریزی میں جواب دیا کہ اُس لڑکی کو چھوڑ دو ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔'' میں نے بولا ہی تھا کہ وہ دو لڑکے مجھے مارنا پیٹنا شروع ہو گئے۔ میں نے بھی انہیں دکھا دیا کہ میں پاکستانی ہوں۔ لڑکیوں کی عزت پر ہاتھ اٹھاؤ گے تو چھوڑوں گا نہیں۔'' میں نے بھی ہاتھ اور لات اٹھانا شروع کر دی۔ ایک کو لات سے مارا تو دوسرے کو ہاتھ سے۔ اتنے میں بقیہ دو افراد گاڑی سے باہر نکلنے لگے اور مجھے مارنے کے لیے میرے نزدیک آنے لگے۔ ان دو کو فارغ کرنے کے بعد میں تیسرے سے نمٹ ہی رہا تھا کہ سارے فرار ہو گئے۔ گاڑی کے اندر جھانکا تو وہ لڑکی بے ہوش ہونے ہی والی تھی اور اس کے سر پر تھوڑی چوٹ بھی آئی تھی۔ میں اسے فوراً گاڑی سے نکال کر قریبی اسپتال لے گیا۔

ڈاکٹر فرنچ زبان میں بات کر رہا تھا۔ میں نے اس سے انگریزی میں کہا کہ فرنچ سمجھ نہیں آتی تو اس نے انگریزی کا استعمال کیا۔ ڈاکٹر کے مطابق اس لڑکی کو زیادہ چوٹ نہیں آئی تھی اور اس کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

''آپ نے انہیں صحیح وقت پر بچا لیا ورنہ پیرس میں تو اس طرح کی حرکتیں کھلے عام ہوتی ہیں، پر کوئی اس پر ایکشن نہیں لیتا۔''

کچھ دیر بعد جب اس کو ہوش آنے لگا تو میں نے اس کے پاس سے جانا ضروری سمجھا۔ اب میرا وہاں کوئی کام نہیں تھا۔ اُس کو بچانا میرا فرض تھا اور میں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔ اب وہ ہواسوں میں آنے لگی تھی۔ میں اس کے قریب سے پلٹنے ہی لگا تھا کہ اس لڑکی نے میرا ہاتھ تھام لیا اور مجھ سے اردو زبان میں بولی۔

''تم کون اجنبی ہو جس نے میری عزت بچائی؟ مجھ سے ایسا کیا رشتہ ہے تمہارا؟'' مجھے اس کے جملے سے زیادہ اس بات نے حیران کیا کہ وہ اردو بول سکتی تھی۔ اور وہ بھی باآسانی شکل و صورت سے تو بالکل فرنچ لگتی تھی۔ پھر وہ فراک اور ٹراؤزر پہنی ہوئی تھی۔

''انسانیت کا رشتہ!'' میں نے اسے جواب دیا۔

اس کے چہرے پر برجستہ مسکراہٹ اُمڈ آئی اور وہ دھیمی آواز میں اپنی داستان سنانے لگی۔

'' میرے ماں باپ تین سال پہلے ایک کار ایکسیڈنٹ میں چل بسے۔ پاپا کا پیرس میں پرفیوم کا ایک بہت بڑا بزنس تھا۔ اُن کے چلے جانے کے بعد وہ بزنس میں نے سنبھال لیا۔ پیرس میں وہ بات باقی نہ رہی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ اب میں بالکل اکیلی رہتی ہوں۔ بہن بھائی نہیں ہیں، اکلوتی اولاد ہوں۔ تم بھلے آدمی معلوم ہوتے ہو، مسلم بھی ہو گے۔ کیا تم

میرے گھر میں رہ سکتے ہو اگر تمہیں کوئی مسئلہ نہ ہو؟ مجھے اکیلے بہت ڈر لگتا ہے۔ اپنی عزت کے کھو جانے کا ڈر، تم اگر ساتھ رہو گے تو میں خود کو محفوظ سمجھوں گی۔ پلیز مجھے اُس قسم کی لڑکی مت سمجھنا۔ پیرس میں رہتی ہوں پر پیرس والوں جیسی بالکل نہیں ہوں۔ پرانے پاکستانی خیالات کی مالک ہوں۔ اگر تم نہیں رہنا چاہتے میرے گھر تو کوئی مسئلہ نہیں، میری عزت بچانے کا بہت شکریہ!''

چند ثانیے کے لیے تو میں فکر و تامل میں پڑ گیا۔ پھر سوچتے سوچتے مجھے وہ تنگ گلی اور دو کمرے کا کھو کھا یاد آیا جو مفت میں مجھے دیا گیا تھا۔ اُس لڑکی کے ساتھ رہتا تو کم از کم اچھا کمرہ اور روز اچھا کھانا پینا تو نصیب ہو سکتا تھا۔ میں فوراً مان گیا۔ میرے ماننے سے اُس لڑکی کے اُداس چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی اور وہ کہنے لگی۔

''میرا نام آیت ہے۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ کیا میں آپ کا نام جان سکتی ہوں؟'' اس کا ہاتھ بے دھیانی میں اب تک میرے ہاتھ میں تھا۔

''مصحف زبیر۔'' ڈاکٹر صاحب اب روم میں داخل ہو گئے تھے۔ ان کی ہدایات کے مطابق اب آیت گھر جا سکتی تھی۔

☆......☆......☆

میں جب آیت کے گھر پہنچا تو اُس نے مجھے بتایا کہ وہ لیمبور گھنی اس کی اپنی ہے۔ اس کا گھر زیادہ بڑا نہیں تھا۔ مگر خوبصورت بہت تھا۔ مجھے اس کی دولت سے کوئی سروکار نہ تھا بس جب تک میں یہاں تھا، مجھے ایک طریقے کے گھر میں رہنا ہی تھا۔

میں نے اس کو اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کس لیے، بس یہ نہیں بتایا کہ میری شادی ہونے والی ہے وہ بھی ایک سال بعد، اس لیے کیونکہ میں نے بتانا ضروری نہیں سمجھا نہ ہی میں اس اجنبی لڑکی سے اتنا کلوز ہونا چاہتا تھا۔ آیت نے مجھے گیسٹ روم دکھایا اور ڈنر کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ڈنر ختم کرتے ہی میں اپنے کمرے میں جانے لگا۔ میرا کمرہ آیت کے کمرے کے پاس سے گزرنے کے بعد ہی آتا۔ آیت کے کمرے کا دروازہ اُدھ کھلا تھا اور سامنے سے نظر آنے والا منظر ایک لمحے کے لیے مجھے ساکت کر گیا تھا۔ وہ سر پر نفاست کے ساتھ دوپٹا اوڑھے جائے نماز بچھائے نماز پڑھ رہی تھی۔ اس کی پشت میری جانب تھی۔ میں اِک لمحے کے لیے مسکرایا اور سر جھٹک کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میں واقعی پاکستان دوبارہ آ پہنچا تھا۔ پہلے وہ پاکستانی کھانا اور اب وہ پاکستانی لڑکی وہ بھی اس قدر پارسا۔

☆......☆......☆

اگلی صبح کا سورج شاید میری محبت کو غروب کرنے کے لیے طلوع ہوا تھا۔ مجھے پتا بھی نہ تھا کہ وہ اجنبی سی لڑکی میرے دل کے ایک گوشے میں اپنے لیے جگہ بنا لے گی۔ صبح کے گیارہ بج رہے تھے کہ آیت میرے کمرے کا دروازہ ناک کرنے لگی۔ میں نے دروازہ کھولا تو اس کا حلیہ دیکھ کر پہچان گیا کہ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہوئی ہے۔ بے بی پنک کلر کی گھٹنوں سے نیچے تک جاتی فراک اور سفید ٹراؤزر کے ساتھ وہ سفید دوپٹا اوڑھے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ مگر میری رانیہ سے زیادہ نہیں۔ میں اسے دیکھ کر یہ سوچ رہا تھا کہ چاہے آیت دنیا کی سب سے حسین لڑکی کیوں نہ ہو پر میری رانی ہمیشہ سے رانیہ تھی، ہے اور رہے گی۔

''تم پیرس پہلی دفعہ آئے ہو اور تمہارا مجھ پر قرض بھی ہے۔ وہ قرض تو میں شاید کبھی نہ اُتار پاؤں پر تمہیں پیرس ضرور گھما سکتی ہوں۔

یقین کرو پیرس اِک ایسی جگہ ہے جس کے دلفریب مقامات دیکھ کر اِک سکون دل میں سرائیت کر جاتا ہے۔ میں تمہیں وہ سکون محسوس کروانا چاہتی ہوں۔ جانتی ہوں ابھی چھ دن تک تم بالکل فری ہو۔ اس لیے ان چھ دنوں میں، میں تمہیں پورا پیرس دکھانے کی بھرپور کوشش کروں گی۔ تو پھر تم تیار ہو جاؤ میں نیچے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ (پولیس کی مدد کے ذریعے آیت کو اس کی گاڑی صبح ہی واپس مل گئی تھی) اور ہاں! تمہیں یہاں سب کچھ با آسانی مل جائے گا۔''

سر اثبات میں ہلاتے میں الماری کی طرف بڑھ گیا پر......سوٹ کیس تو میرا اس کھوکھے میں تھا۔ میں نے سوچا کہ سوٹ کیس تو میں لے ہی آؤں گا۔ میں بنا کچھ سوچے سمجھے وہ الماری کھول چکا تھا اور وہاں پر لائن سے کافی سارے کپڑے ٹنگے تھے، پر کیوں؟ پھر مجھے آیت کی کہی وہ آخری بات یاد آئی۔ ''تمہیں یہاں سب کچھ باآسانی مل جائے گا۔'' اس کی بات پر غور کرنے کے بعد میں ایک انڈیگو مائیکل اینڈ ڈیوڈ ڈیزائنز شرٹ اور بلیک ڈینم جینس نکالے فریش ہونے چلا گیا۔

☆......☆......☆

میں بیرونی دروازہ پار کرنے کے بعد جب اس کے پاس پہنچا تو وہ ایک لمحے کے لیے میری ڈریسنگ دیکھ کر خاموش مسکراہٹ ظاہر کرنے لگی۔ پھر لبوں پر مسکراہٹ بھیجے کہنے لگی۔

''تم تو مکینکل انجینئر ہو تو یہ گاڑی چلانا بھی آتی ہوگی؟ پولیس کی پرواہ مت کرو، وہ لائسنس نہیں دیکھتی سب کا۔'' میں نے سر اثبات میں ہلایا تو اس نے مجھے گاڑی کی چابی تھمادی۔ میری زندگی کی ایک خواہش پوری ہوگئی تھی۔ لیمبورگھنی ڈرائیو کرنے کی خواہش۔ اس نے مجھے بتایا نہیں کہ ہم کہاں جارہے ہیں۔ بس راستہ بتانے لگی کہ یہاں سے لیفٹ، یہاں سے رائٹ، پیرس کا موسم بہت دل پسند تھا۔ سورج آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر تھا مگر گرمی تھی کہ محسوس ہی نہیں ہورہی تھی۔

سب سے پہلے ہم لی گرینڈ کیفے گئے۔ وہ ایک چھوٹا سا کیفے تھا۔ جس کے باہر پتھریلی سڑک پر ٹیبل اور کرسیاں ترتیب سے رکھی گئی تھیں۔ ہم اُن میں سے ایک میں جاکر بیٹھ گئے۔ چائے آرڈر کرنے کے بعد آیت دوبارہ سے میری ڈریسنگ کی طرف متوجہ ہوئی۔

پتا نہیں ایسی کیا برائی تھی میری ڈریسنگ میں! مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو میں نے پوچھ ہی لیا۔

''تمہیں برا لگا کہ میں نے تم سے بغیر پوچھے یہ کپڑے پہن لیے؟''

''بالکل نہیں! تم پر یہ شرٹ کروز سے زیادہ اچھی لگ رہی ہے۔''

''کروز؟ کون کروز؟'' میرے دل میں شک تھا کہ کروز آیت کا کوئی پرانا بوائے فرینڈ ہوگا پر وہ تو اس سے بھی بڑھ کر نکلا۔

''میرا شوہر کروز! میں تمہیں اس رومانی شہر میں اپنی کہانیاں سنا سنا کر بور نہیں کرنا چاہتی اس لیے 'Change The Topic'۔''

چائے کا ایک گھونٹ گلے میں اتارتے ہوئے اس نے کہا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ اگر شوہر ہے تو ساتھ کیوں نہیں رہتے دونوں؟'' پھر سر جھٹک کر اپنی چائے پر دھیان دیا۔

چائے ناشتے کے بعد وہ مجھے مونٹ مارٹ نامی جگہ لے گئی۔ آیت کے مطابق مونٹ مارٹ پیرس کی سب سے خوبصورت ولیج تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو مجھے واقعی اس کی بات پر یقین آگیا۔

وہ ایک اونچی پہاڑ کے مشابہہ ولیج تھا۔ پر وہ پہاڑ عام پہاڑوں جیسی نہ تھی، ایک پوری دنیا بسی تھی اس ولیج میں۔ ولیج کے سب سے اوپر والے حصے پر ایک سفید گنبد والا چرچ بنا ہوا تھا۔ آرٹسٹک وہائٹ چرچ جس کا نام ''باسیلیکا'' تھا۔ ایک منی ٹرین تھی جو لوگوں کو پوری ولیج کی سیر کروارہی تھی۔ ہجوم اتنا تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ آیت نے بھیڑ میں میرا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔

''ہم دونوں کہیں اس بھیڑ میں جدا ہی نہ ہو جائیں اس لیے میرا ہاتھ تھامے رہنا۔'' اس کی ادا، اس کی باتوں میں ایک مقناطیسی عمل تھا۔ ایک پوری زندگی تھی اس لڑکی میں......

چرچ کا دل بھر کے معائنہ کرنے کے بعد وہ مجھے ولیج کی ایک ایسی جگہ لے گئی جس نے مجھے صحیح معنوں میں اپنی طرف اٹریکٹ کیا تھا۔

''یہ ہے وال آف لو۔ اس دیوار پر تین سو گیارہ مرتبہ دو سو پچاس زبانوں میں 'آئی لو یو' لکھا ہوا ہے اور یہ جو تم جگہ جگہ سرخ رنگ کے چھینٹے دیکھ رہے ہو نہ دیوار پر، یہ ٹوٹے ہوئے دل کی نشاندہی کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ محبت غم کی سوغات کے بنا ادھوری ہے۔ محبت میں غم ملنا تو محبت کی اصل ہے۔ پر کچھ لوگ اتنے خوش طالع ہوتے ہیں جنہیں محبت میں عارضی غم ملتا ہے مگر کچھ لوگ اتنے بدقسمت ہوتے ہیں جنہیں ناختم ہونے والا لازوال غم ملتا ہے، جیسے میں!'' وہ کہتے کہتے خاموش ہوگئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو برسنا ہونا شروع ہوگئے۔

''کیا غم ملا ہے تمہیں مجھے بتاؤ تو سہی! ہوسکتا ہے میں تمہاری کوئی مدد کرسکوں۔'' میری نظریں اب بھی اس دیوار پر مرکوز تھیں۔

''تم میری مدد نہیں کرسکتے مصحف!'' وہ کہتے کہتے اس وینچ سے نیچے اترنے لگی۔ میں جلدی سے اس وال کے ساتھ ایک سیلفی لیتا اس کے پیچھے پیچھے آ گیا۔ اب وہ سارا راستہ ساکت تھی۔ بس مجھے راستہ بتانے کے علاوہ وہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔ مونٹ مارٹ میں اتنی دیر ٹھہر گئے تھے کہ وقت کا پتا ہی نہ چلا۔ سورج غروب ہونے والا تھا کہ ہم دریا پر پہنچ گئے جو کافی لمبا تھا۔ کہاں سے شروع ہو رہا تھا۔ اور کہاں پر ختم، کچھ پتا نہ چلا۔

جیسے ہی سورج غروب ہونے کا وقت آیا تب مجھے سمجھ میں آیا کہ آیت مجھے اس وقت ہی یہاں کیوں لائی، وہ منظر دل میں اُتر جانے والا منظر تھا۔ سورج آہستہ آہستہ غروب ہونے کی جانب رواں تھا اور نارنجی آسمان سیاہ ہونے کی جانب رواں تھا۔ پر ابھی سیاہ ہوا نہ تھا۔ دریا کے کنارے پتھریلی صاف ستھری لین تھی جس پر ہم چل رہے تھے۔

آیت چلتے چلتے ایک بنچ پر جا کر بیٹھ گئی۔ اور اشارے سے مجھے بھی وہاں بیٹھنے کا کہا۔ وہ ابھی تک خاموش تھی پر ڈھلتے سورج کے ساتھ ساتھ اس کی خاموشی ناقص ہوئی۔

''یہ دریائے سین ہے۔ چار سو بیاسی میل لمبا یعنی سات سو چھہتر کلومیٹر لمبا ہے۔ پورے فرانس کا دوسرا بڑا دریا۔

دریائے سین سے پہلے دریائے لوائر کا نمبر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس دنیا کے پاس جب بھی دو نظریں ٹکراتی ہیں تو محبت کی صدا ہر سمت گونجنے لگتی ہے اور اس بات پر مجھے یقین تب ہوا جب مجھے یہاں پہلی مرتبہ کروز ملا تھا۔'' اس کی نظریں دریا پر مرکوز تھیں، رفتہ رفتہ وہاں کپلز کا رش بڑھتا جا رہا تھا۔ شاید وہاں کوئی ایونٹ ہونے والا تھا یا کچھ اور۔ آیت اُس بوڑھے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو ہاتھ میں ریڈیو لیا ہوا تھا کہنے لگی۔

''یہاں سن سیٹ کے بعد سے آدھی رات تک ٹینگو ہوا کرتا ہے۔ تمام کپلز ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے دنیا سے بے خبر ڈانس کرتے رہتے ہیں جیسے انہیں کسی کی کوئی پروا ہی نہ ہو۔ ایک سال پہلے کی بات ہے میں یہاں اُن کپلز کو دیکھنے کے لیے آئی تھی جو یہاں ساری رات ڈانس کرتے ہیں۔ میں واحد ایسی لڑکی نہیں تھی جو یہاں اکیلی آئی تھی اور بھی بہت سے لوگ تھے جو اس بوڑھے کی دھن سننے اور اُن کپلز کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ میں خوشی خوشی اُن کپلز کو دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی کہ اچانک وہ میرے پاس آ گیا اور میرے ساتھ ڈانس کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ دیکھنے میں اتنا حسین تھا کہ میں منع ہی نہ کرسکی۔ وہ فرنچ تھا اور پیرس میں اتنا عرصہ رہنے کے بعد مجھے بھی فرنچ زبان پر عبور حاصل ہو چکا تھا۔ ڈانس کرتے کرتے اس نے مجھے پروپوز کیا اور تب ہی مجھے اعتبار آیا کہ فرنچ لوگ دریائے سین کے بارے میں جو کچھ بھی کہتے ہیں بجا کہتے ہیں۔ مجھے اس دریا نے اپنے خمار سے تر کر دیا تھا اور کروز نے اپنی گفتگو سے۔ میں نے اس کا پروپوزل قبول کرلیا اور پھر ہم نے شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ بوڑھا آدمی اب وہ موسیقی چلانا شروع کر چکا تھا اور تمام کپلز ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملائے رقص کرنا شروع ہوگئے تھے۔ کتنا رومانوی شہر تھا پیرس......

''پھر کیا ہوا؟'' میرا سوال کرنا ضروری نہ تھا وہ ویسے بھی اپنی پوری داستان سنانے کے موڈ میں تھی اور میں سننے کے موڈ میں۔ وہ کہنے لگی۔

''پھر ہم نے شادی کرلی۔ میرا اکیلا پن دور ہوگیا تھا۔ جو ڈر مجھے اپنے ماں باپ کے کھونے کے بعد

ڈرانے لگا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا تھا۔ میں اس طرح کی لڑکی نہ تھی جیسے تم اب مجھے پا رہے ہو۔ میری ڈریسنگ، میرا اسٹائل سب کچھ فرنچ جیسا تھا، ایک آوارہ لڑکی نہ تھی، پر بہت زیادہ اپ ٹو ڈیٹ رہتی تھی۔ جب میری شادی کروز سے ہوئی تو میں نے اپنے بزنس کا چالیس فیصد شیئر کروز کے نام کر دیا۔ چھ سات ماہ تک تو سب ٹھیک رہا۔ پھر اس نے بلاوجہ لڑائی جھگڑے کرنا شروع کر دیے اور انجام یہ ہوا کہ اس نے اپنے شیئرز بیچ دیے اور مجھے طلاق دے کر سارے پیسے اپنے ساتھ لے کر بھاگ نکلا۔'' وہ بے ساختہ رونا شروع ہو گئی۔

مجھے اس کی داستان سن کر بہت افسوس ہوا تھا۔ وہ بہت معصوم لڑکی معلوم ہوتی تھی، بہت سیدھی سادھی، میں نے اس کے آنسو پونچھے اور کہنے لگا۔

''تم نے کروز سے شادی کا فیصلہ سوچ سمجھ کر نہیں کیا تھا، کیونکہ تم نے محبت کی تھی۔ اس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں تھی پھر اس طرح کیوں رو رہی ہو؟''

''میرے نصیب میں محبت نہیں لکھی ہوئی مصحف، مجھے سب چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، پہلے ماں باپ اور پھر کروز، مجھے نا ختم ہونے والی محبت کیوں نہیں ملتی مصحف؟'' میری شرٹ کا کالر پکڑے وہ ملتجیانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ پھر روتے روتے وہ بینچ پر سے کھڑی ہوئی اور تھوڑا دور چلی گئی۔

دریائے سین پر اب ہزاروں قطرے گرنا شروع ہو گئے تھے۔ بارش کے قطرے، بارش کو محسوس کرتے ہی آیت کی آنکھوں سے آنسو غائب ہو گئے تھے۔ کچھ ہی پل میں اس کا موڈ بہتر ہو گیا تھا اور وہ نارمل ہو گئی تھی۔ کپلز کے بیچ جا کر وہ بھی ڈانس کرنا شروع ہو گئی۔ اُن کپلز کی طرح وہ بھی دنیا جہان سے بے غرض اپنے غم بھلانے کے لیے قدم ہلانے لگی۔ اتنے میں میری نگاہ ایک فرنچ نوجوان پر پڑی جس کی آنکھیں آیت کا تعاقب کر رہی تھیں۔ وہ آیت کے پاس آ کر اس سے فرنچ میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز سے لگا کہ وہ آیت کے ساتھ ڈانس کرنا چاہ رہا تھا۔ آیت نے نفی میں سر ہلایا تو وہ دوبارہ سے اس سے فرنچ میں کچھ کہنے لگا۔ میں آیت کے پاس گیا اور اس لڑکے سے انگریزی میں بس اتنا کہا۔

''She,s with Me, Any Problem۔'' وہ میری بات سن کر وہاں سے منہ بنائے واپس چل دیا۔ اب میں آیت کے بالکل عین سامنے کھڑا تھا۔ وہ دوبارہ ڈانس کرنا شروع ہو گئی تھی۔ ڈانس کرتے کرتے اس کے پاؤں لڑکھڑائے اور وہ گرنے لگی کہ میں نے اسے سنبھال لیا۔

بارش کی رفتار تیز ہوتی گئی، لوگ بھیگتے گئے پر کسی کو بھیگنے کا احساس کہاں تھا۔ سب اپنے رقص میں محو تھے۔ ایک بارش کراچی میں ہوئی تھی جب میں رانیہ سے جدا ہونے والا تھا اور اب یہ بارش پیرس میں برس رہی تھی جب...... جب میرے دل میں آیت اُترنے لگی تھی، ٹھیک اسی طرح جس طرح وہ بوندیں دریائے سین میں اُتر رہی تھیں، ملنے لگی تھیں، جذب ہونے لگی تھیں۔ کیا برائی تھی اُس میں؟ کچھ بھی تو نہیں! مگر نہیں...... وہ چاہے مجھے کتنی ہی پسند کیوں نہ آ جائے میں اپنی رانیہ کو دھوکہ نہیں دوں گا۔ بارش جہاں دو دلوں کو جدا کرتی ہے وہاں کئی دلوں کو ملاتی بھی ہے۔ کبھی یہ واقعی بارش محبت لگتی ہے تو کبھی صرف آنسوؤں کی بوچھاڑ۔ کیا انسان ایک وقت میں دو لوگوں سے محبت کر سکتا ہے؟ ہاں! میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ ایسا ممکن ہے۔ ایک دل کے بھی چار حصے ہوتے ہیں۔ اُن چار میں سے اگر تین میں رانیہ تھی تو چوتھے حصے میں آیت بھی دھڑکنے لگی تھی۔ مجھے وہ اچھی لگنے لگی تھی۔

☆......☆......☆

ہم گھر واپس آئے تو میں نے اپنے کمرے میں جانے کے بعد یہ حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے رانیہ کو دھوکہ نہیں دوں گا۔ آیت اچھی ہے پر رانیہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ میں نے اس رات امی کو کال کرنے کے بعد رانیہ کو کال ملائی۔ اور اسے پیرس کی ساری کہانی سنا دی۔ اس کہانی میں آیت بھی شامل تھی۔ میں رانیہ کو کسی قسم کے اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا تھا اس لیے اسے بتا دیا تھا کہ میں آیت کے گھر میں رہتا ہوں۔ وہ ایک نمازی اور خوب صورت

لڑکی ہے۔ اس کے والدین اس دنیا میں اب نہیں ہیں۔ پر شاید میں نے یہ سب بتا کر غلط کیا اور اس بات کا احساس مجھے رانیہ کا جواب سننے کے بعد ہوا۔

"اکیلی لڑکی کے گھر میں رہ رہے ہو، اس کے ساتھ گھومنے جا رہے ہو، اس کی عزت بچا رہے ہو......تم تو بھول ہی گئے کہ تمہاری ایک عدد منگیتر بھی ہے، جس کا نام رانیہ ہے۔ جاؤ عیش کرو۔" وہ جانتی بھی تھی کہ مجھے جو کمرہ آفس کی طرف سے ملا تھا وہ کس قسم کا تھا پر وہ میری بات نہ سمجھ سکی۔ اس کی بات میں کچھ غلط بھی نہ تھا۔ ایک اکیلی لڑکی کے ساتھ رہنا ٹھیک نہ تھا۔ لہٰذا میں نے اُسی کال میں رانیہ کو بتا دیا تھا کہ جیسے ہی پہلی تنخواہ ملے گی کرائے کا کمرہ لے لوں گا، رانیہ بھی مان گئی تھی، پر دل سے نہیں۔

☆......☆......☆

وقت بہت تیزی سے گزرتا ہے، پر میرے کیس میں ایسا نہ تھا، اِک اِک پل صدیوں پر بھاری تھا۔ گیارہ ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اب میں ایک امیر آدمی بن چکا تھا۔ (پاکستان کے لحاظ سے پیسہ جو اتنا اکٹھا ہو گیا تھا)۔

میں نے پہلی تنخواہ ملتے ہی آیت کا گھر چھوڑ دیا تھا۔ اس سے ملنا بھی برائے نام تھا۔ کبھی راستے میں ملاقات ہو جاتی تھی یا کبھی کسی ریسٹورنٹ میں میری آفیشل میٹنگ ہوتی تو وہ بھی نظر آ جاتی۔ آیت اس وقت بہت ناراض ہوئی تھی جب میں اس کا گھر چھوڑ کر جا رہا تھا۔ وہ بہت اچھی لڑکی تھی۔

رانیہ کو ہزار بار بتایا بھی تھا کہ میں اب آیت سے نہیں ملتا، اس کے گھر نہیں جاتا پر وہ حامی تو بھرتی پر مطمئن نہ ہوتی۔ پتا نہیں گیارہ ماہ کے عرصے نے مجھے اس سے کتنا دور کر دیا تھا۔ دوریاں تو محبت میں نزدیکیوں کی نشاندہی کرتی ہیں پر ہمارے درمیان جو دوریاں آئی تھیں، وہ ہمیں اِک دوسرے کے قریب نہیں بلکہ اِک دوسرے سے بہت دور کرتی جا رہی تھیں۔ مگر میں تو اگلے ماہ ریزائن دے کر واپس جانے ہی والا تھا لہٰذا میں کوئی غلط سوچ اپنے دماغ میں نہ لایا۔

☆......☆......☆

بارہویں مہینے کے دوسرے ہفتے آیت نے مجھے ایفل ٹاور ملنے کے لیے بلایا۔ وہ مجھے الوداع کہنا چاہتی تھی۔ میں نے آیت سے صحیح طرح ان بارہ مہینوں میں ملاقات کی ہی نہ تھی۔ جاتے جاتے اُس سے آخری بار ضرور ملنا چاہتا تھا۔ اگر خدانخواستہ رانیہ میری زندگی میں نہ ہوتی تو آیت ہی میرے دل کے چاروں حصوں میں سانسیں لے رہی ہوتی، وہ تھی ہی اتنی اچھی۔

آیت سے ملنے سے تقریباً دو گھنٹے پہلے میں اپنے دفتر سے ریزائن دے کر آیا تھا۔ میرے قلب و مغز پر وہ ایک پورا دن جو میں نے آیت کے ساتھ گزارا تھا۔ فلیش بیک ہوا۔ (اس ایک دن کے بعد میں نے خود ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ آیت کے ساتھ کہیں گھومنے بھی نہیں جاؤں گا۔ بس جب تک پہلی تنخواہ نہیں مل جاتی اس کے گھر ایک مہمان بن کر رہوں گا، جس نے بھی اپنی میزبان کی عزت بچائی تھی)۔

آیت کو میں یہ بات بھی بتا چکا تھا کہ میری منگنی ہو چکی ہے اور وہ یہ بات سن کر بہت مسرور ہوئی تھی۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس دن اُس نے مجھے پیرس کے بارے میں بہت سی معلومات دی تھیں پر آج میں اسے یہ موقع نہیں دوں گا۔ ایفل ٹاور کے بارے میں معلومات اکٹھا کر لوں گا۔ ویسے بھی اب پیرس سے میری کافی اچھی واقفیت ہو گئی تھی۔ پر ایفل ٹاور جان بوجھ کر کبھی نہ گیا کیونکہ میرے کولیگز نے کہا تھا کہ اگر غلطی سے بھی وہاں چلے گئے تو تمہارے ساتھ بہت برا ہو جائے گا۔ کیا برا ہو جائے گا یہ میں نے پوچھنا ضروری نہ سمجھا۔

ایفل ٹاور کے بارے میں ضروری علمی لیاقت انٹرنیٹ کے ذریعے معلوم کرنے کے بعد میں ریڈی ہوا اور ایفل ٹاور کے لیے روانہ ہو گیا۔ اگلے روز میری کراچی کی فلائٹ بھی تھی۔

☆......☆......☆

سورج غروب ہونے والا تھا اور میں ایفل ٹاور پہنچ چکا تھا۔ وہ ایفل ٹاور کے ساتھ بنے سفید چمکتے فلور کی سیڑھیوں پر سر پر اسکارف کیے بیٹھی تھی۔ میں

اس خوبصورت ایفل ٹاور کو دیکھتا آیت کے برابر آ بیٹھا۔ میں جیسے ہی بیٹھا، وہ کہنا شروع ہوگئی۔

''یہ ہے ایفل ٹاور...... یہ تین......'' وہ بولنے ہی لگی تھی کہ میں نے اس کے آگے بولنا شروع کر دیا۔

''تین مرحلوں پر مشتمل تین سو چوبیس میٹر بلند ہے، جس پر بیس ہزار گولڈ لائٹس ہر گھنٹے چمکتی ہیں۔'' وہ بے ساختہ ہنسی جیسے اُس کو بھی وہ دن یاد آ گیا تھا۔ وہ ہنستے ہنستے رُکی اور مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''میں تمہیں صرف الوداع کہنے یہاں آئی تھی۔ میری ایک میٹنگ ہے اور میرا وہاں جانا بہت ضروری ہے۔ یہ میری طرف سے تمہارے اور رانیہ کے لیے ایک چھوٹا سا تحفہ ہے اسے قبول کرلو۔ اور ہاں! میری عزت بچانے کا بہت شکریہ مصحف! تم بہت یاد آ ؤ گے۔'' وہ کہتی ہی چلی گئی اور میرے ہاتھ میں ایک ڈبا تھما گئی جو گفٹ پیپر کے اندر محفوظ تھا۔ آیت چلی گئی تھی، میری زندگی کا سب سے حسین خواب، آیت!

☆......☆......☆

جہاز جناح انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر لینڈ کر چکا تھا۔ شام کا وقت تھا۔ میں CAB لیے اپنے گھر جانے لگا تھا۔ ویسے تو سب جانتے تھے کہ میں ایک سال بعد آجاؤں گا پر میں نے کسی کو کنفرم ڈیٹ نہیں بتائی تھی۔ بس سب یہی جانتے تھے کہ میں جولائی میں واپس کراچی آجاؤں گا۔ راستے میں، میں نے رانیہ کو دیکھا تو دہشت زدہ ہوگیا۔ وہ ایک نوجوان کے ساتھ بلوچ آئس کریم پر بیٹھی آئس کریم کھا رہی تھی۔ میں نے CAB وہیں رو کنے کو کہا اور اس کے پاس چلا گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر ذرا نہیں چونکی۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ خود بولنا شروع ہوگئی۔

''یہ مصطفیٰ ہے، میرا شوہر! یہ ہمارے بارے میں سب کچھ جانتا ہے مصحف۔'' اس کا لہجہ رفتہ رفتہ سخت ہونے لگا۔

''تم آیت کے پاس اکیلے رہے، نہ جانے تم نے اس کے ساتھ کیا کیا ہو۔ میں نے بہت سوچا اس بارے میں پر ایک اکیلی لڑکی کو تم نے چھوا بھی نہ ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جب تک تم اس کے پاس رہے ... اس نے تمہاری پیسوں کی بھوک پوری کی اور تم نے اس کے جسم......'' وہ بولنے ہی والی تھی کہ میرا ہاتھ اُس پر اٹھ گیا۔ پر وہ ہاتھ اُس کے چہرے پر پڑا نہیں تھا۔ اس کا یار، میرا مطلب اس کا شوہر جو وسط میں آ گیا تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے تھے۔ میں نے اس سے کہا۔

''تم نے میرا اعتبار نہ کر کے میری محبت کو گالی دی ہے رانیہ، تم بہت بری ہو۔ شادی کر ہی لی تھی تو فون پر ہی بتا دیتیں۔'' وہ مصطفیٰ کا ہاتھ تھامے کہنے لگی۔

''بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ مجھے لگا کہ تم بھی نہیں آ ؤ گے، وہیں آیت کے ساتھ سیٹل ہو جاؤ گے۔ پر تم تو آ گئے۔ مگر مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ مجھے یہ سوچ کر گھن آتی ہے کہ تم کئی دن کئی رات اس کے ساتھ اکیلے اس کے گھر میں رہے۔''

سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ رانیہ اچھی لڑکی ثابت نہ ہوسکی۔ اچھی لڑکیاں تو انتظار کرتی ہیں۔ بھروسا کرتی ہیں پر وہ ایسی ہرگز نہ تھی۔ اپنی اصل اس نے دکھا ہی دی تھی۔

☆......☆......☆

میں گھر آیا اپنی ماں بہن سے ملا اور سفر کی تھکاوٹ کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میرے گھر والوں کو منگنی کے ٹوٹ جانے کا پتا تھا کیونکہ رانیہ نے خود میرے گھر آکر انگوٹھی واپس کی تھی۔ پر پتا نہیں کیوں یہ بات مجھے میرے گھر والوں نے کیوں نہ بتائی تھی۔ رات کے کھانے پر انہوں نے یہ بات مجھے بتا ہی دی۔

کھانا کھانے کے بعد جب میں کمرے میں آیا تو میری نظر اس ہینڈ کیری پر پڑی جس میں آیت کا گفٹ رکھا تھا۔ اس وقت مجھے آیت بہت یاد آئی تھی۔ جس نے مجھے پرپوز تو کیا، مجھے بھی اس طرح چھوا تک نہ تھا پر رانیہ...... وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی تھی۔

روتے روتے میں نے وہ گفٹ کھولا تو دیکھا کہ وہ ایک 'سکیوڈریا فیراری' پرفیوم کی شیشی ہے اور اس کے ساتھ ایک مڑا ہوا کاغذ رکھا تھا۔ اس کاغذ کو کھول کر دیکھا تو میں اک لمحے کے لیے دم بخود رہ گیا۔

''جو بات میں تم سے ایفل ٹاور پر نہ کہہ سکی وہ میں اِن سرخیوں کے ذریعے تمہیں بتانا چاہتی ہوں۔

تمہاری منگیتر اور تم ہمیشہ خوش رہو یہ میری دعا ہے پر آج میں تمہیں ایک سچائی بتانا چاہتی ہوں۔ مصحف! مجھے ہر کوئی اکیلا چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ پہلے میرے ماں باپ، پھر کروز اور اب...... اب تم!

ہاں مصحف! مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔ شاید اُس وقت جب تم نے میری عزت بچائی تھی، شاید اُس وقت جب ہم دریائے سین کے کنارے کھڑے تھے۔ یا شاید اس وقت جب تم نے مجھے لڑکھڑانے سے بچایا تھا۔ اللہ نہ کرے کبھی تم اور رانیہ ایک دوسرے سے جدا ہو پر اگر کبھی ایسا ہوا تو تم مجھے اپنا بنالینا۔ میں تمہارا ساری زندگی بھی انتظار کرنے کے لیے تیار ہوں۔

اور پلیز! یہ کاغذ رانیہ کے ہاتھ نہ لگنے دینا۔''

تمہاری آیت

آیت کا خط پڑھتے ہی میری آنکھیں نم ہوگئیں، پر اس حقیقت کا اندازہ مجھے بھی نہیں ہو پایا تھا کہ وہ آنسو خوشی اور امید کے آنسو ہیں۔

☆......☆☆......☆

میں نے اسی رات پیرس کا ریٹرن ٹکٹ کٹوایا اور پندرہ دن کے اندر پیرس واپس چلا گیا۔ وہاں آیت سے ملا اور اس سے کہا۔

''تمہیں ہر کوئی اکیلا چھوڑ کر چلا جاتا ہے نہ؟''

''پر اب ایسا نہیں ہوگا۔ میرے ساتھ پاکستان چلو۔ میری ماں اپنی ہونے والی بہو کا انتظار کر رہی ہے۔''

میرے جذبات سنتے ہی آیت نے مجھ سے کوئی زبانی ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔ بس جھٹ سے میرے گلے لگ گئی۔ اس نے مجھ سے اس وقت یہ تک نہ پوچھا کہ میں اس کے پاس اتنی جلدی کیسے آ گیا۔ بس محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ یہ وجوہات کے ساتھ آپ کے دل پر دستک نہیں دیتی، یہ تو بس ایک احساس ہوتا ہے۔ میری آیت سے محبت کرنے کی وجہ رانیہ نہیں تھی، رانیہ کا چھوڑ کر چلے جانا وجہ نہ تھی، مجھے تو اس سے محبت بہت پہلے ہی ہوگئی تھی۔ بے وجہ، بے سبب۔

میری ماں نے آیت کو دل سے قبول کرلیا تھا اور آج وہ 'آیت مصحف' کے نام سے جانی جاتی ہے اور اس حقیقت کا اندازہ مجھے کافی عرصے بعد ہوا تھا کہ آیت کی اصل جگہ تو مصحف (قرآن) ہی ہوتی ہے۔

میری آیت!

☆☆......☆☆